Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:9 (1967)

افکار و آراء

محترم مدیر مجلہ فکر و نظر ۔ السلام علیکم !

آپ کے مؤقر ماہنامہ کی جنوری کی اشاعت میں محترم مظہر الدین صدیقی صاحب کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ۔ "اسلام اور نظام کائنات" ۔ اس میں انہوں نے میرے ایک مضمون کا حسب ذیل اقتباس درج فرمایا ہے :۔

"یہی وجہ ہے کہ (انسان کے علاوہ) کائنات کی ہر شے ان قوانین (یعنی کائناتی قوانین) کی اطاعت از خود کئے جا رہی ہے جو اس کے لئے خدا نے تجویز کئے ہیں ۔ اگر انسانی ذات سے متعلق اصول و قوانین بھی ہر انسانی بچے کے اندر پیدائش ہی کے ساتھ ودیعت کرائے جاتے تو انسان بھی ان قوانین کی اطاعت پر مجبور ہو جاتا ، اور یہ چیز اس کے صاحب اختیار و ارادہ ہونے کے یکسر منافی ہوتی ۔ اس کے لئے مشیت نے یہ پروگرام مقرر کیا ہے کہ یہ قوانین انسانوں میں سے ایک منتخب ہستی کو بذریعہ وحی دیئے جاتے ہیں اور کہہ دیا جاتا ہے کہ اسے ان کی (انسانوں کی) مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو انہیں اختیار کریں اور چاہیں تو ان سے انکار کر کے اپنے لئے کوئی اور راستہ تجویز کر لیں ۔" (سلسبیل ۔ لاہور ۔ پہلا ایڈیشن ۔ ص ۱۹۸)

اس اقتباس کے بعد صدیقی صاحب نے لکھا ہے :۔

"اس طرزِ خیال پر بھی یہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں فرد کو ضرورت سے زیادہ صاحبِ اختیار قرار دیا گیا ہے ۔ اور سوسائٹی کی اہمیت کا واجبی لحاظ نہیں کیا گیا ۔ یہ کہنا تو صحیح ہے کہ وحی کے ذریعے بعض فطری قوانین کا انکشاف کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد فرد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ان قوانین کی اطاعت کرے ۔ اور چاہے تو نہ کرے ۔ لیکن یہاں اس بات کو فراموش کر دیا گیا ہے کہ جو شخص وحی کے منکشف کردہ قوانین کی اطاعت

کرنا چاہے گا اسے لازماً مسلم سوسائٹی میں شامل ہونا پڑے گا۔ باقی اگر وہ یہ چاہے کہ اپنی کافرانہ سوسائٹی میں رہ کر یا سب انسانوں سے الگ تھلگ ہو کر کائناتی اصولوں کے مطابق زندگی گذارے تو اس کے لئے یہ ناممکن ہوگا۔"

اس سلسلہ میں آپ پہلے تو یہ دیکھئے کہ صدیقی صاحب نے میرے مضمون میں سے جس قدر اقتباس دیا ہے۔ کیا اس میں کہیں یہ بحث بھی آئی ہے کہ اسلام میں فرد اور جماعت کا کیا تعلق ہے؟ اور جب اس میں یہ سوال ہی نہیں اٹھایا گیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ اور پیش کرنا کہ :-

" یہاں اس بات کو فراموش کر دیا گیا ہے کہ جو شخص وحی کے منکشف کردہ قوانین کی اطاعت کرنا چاہے گا اسے لازماً مسلم سوسائٹی میں شامل ہونا پڑے گا۔"

کتنی زیادتی ہے! اور پھر اس نتیجہ کو منسوب کرنا اس شخص کی طرف جس کی زندگی کا مشن اسی قرآنی فکر کو عام کرنا ہے کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے۔ اور مذہب اور دین میں فرق یہ ہوتا ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی اور پرائیویٹ معاملہ ہوتا ہے اور دین ایک نظامِ حیات ہے جو اپنے بروئے کار آنے کے لئے ایک معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص انفرادی طور پر اسلامی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ انفرادی طور پر تو ایک طرف اپنی آزاد مملکت کے بغیر اسلامی زندگی بسر ہی نہیں ہو سکتی۔ میں گذشتہ پچیس تیس برس سے مسلسل اس فکر کو عام کر رہا ہوں۔ اگر محترم مقالہ نگار کی نظروں سے میری ہزارہا صفحات پر پھیلی ہوئی تحریروں میں سے کوئی تحریر اس سلسلہ میں نہیں گذری تھی تو میرے جس مضمون سے انہوں نے یہ اقتباس پیش کیا ہے۔ اگر وہ اس کے دو تین ورق اور الٹ لیتے تو وہاں یہ الفاظ ان کے سامنے آ جاتے کہ :-

" یہ تھا وہ اسلام جسے نبی اکرمؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور اپنے بے مثال عمل سے اسے متشکل کر کے دکھا دیا۔ اس "بے مثال عمل" کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ اس دین کو لوگوں کے سامنے علیٰ وجہ البصیرت پیش کرتے تھے۔ اس کی غایت اور حکمت کو دلائل و براہین سے سمجھاتے تھے۔ مخالفین کے اعتراضات کا علم و دانش کی رو سے جواب دیتے تھے۔ انہیں اس پر "تدبر و تفکر" کی رو سے غور کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ جو اس طرح دل و دماغ کے پورے اطمینان کے ساتھ اسے بطیبِ خاطر قبول کرتا تھا اسے اپنی جماعت میں شامل کر لیتے تھے۔ یہی وہ جماعت جس نے دین کا معاشرہ متشکل کیا۔ اسی جدید معاشرہ نے چند دنوں میں ایسے انسانیت ساز درخشندہ نتائج پیدا کئے جو اس کی صداقت کا زندہ ثبوت بنتے چلے گئے۔" (سلسبیل ص۲۰۷)

اس سے ذرا پہلے ہے :-

دین ان تینوں لعنتوں (یعنی ملوکیت، سرمایہ داری اور مذہبی پیشوائیت) کو مٹا کر ایک ایسا نظام قائم کرتا ہے جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محکوم و محتاج نہ رہے۔ وہ ایک ایسا معاشرہ متشکل کرتا ہے جس میں ہر فرد وہ کچھ بن سکے جو کچھ بن سکنے کا اس میں امکان ہے۔ غلط معاشرے میں جو ہر انسانیت کے کروڑوں غنچے بن کھلے مرجھا جاتے ہیں، لیکن دین کی رو سے قائم کردہ معاشرہ میں ایک فرد بھی ایسا نہیں رہتا جس کی مضمر صلاحیتیں نشوونما پا کر برومند نہ ہوں۔ آپ غور کیجئے کہ کتنا بڑا انقلاب ہے جو عالمِ انسانیت میں دین کی رو سے برپا ہوتا ہے، وہ پہلے اس معاشرہ کو ایک خطہ زمین میں متشکل کرتا ہے اور پھر اس کے دائرے کو وسیع کرتا چلا جاتا ہے تاکہ یہ پوری عالم گیر انسانیت کو اپنی آغوش میں لے لے۔ اس لئے اس کے سامنے پورے کے پورے صفحہ ارض سے سلب و نہب اور ظلم و جور کو مٹا کر، عدل و احسان کا نظام قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ساری نوع انسان کو ایک عالم گیر برادری بنا کر اسے رشتۂ اخوت میں پرو دیتا ہے۔ یہ ہے دین کا مقصود۔ (سلسبیل ص ۲۰۶)

میں شکر گذار ہوں گا اگر آپ میرے اس عریضہ کو "فکر و نظر" کی آئندہ اشاعت میں شائع فرما دیں تاکہ اس باب میں میرا صحیح نظریہ قارئین کے سامنے آ جائے۔ والسلام۔

خیر طلب پرویز (پرویز)

بی/۲۵۔ گلبرگ۔ لاہور۔ ۲۷ جنوری ۱۹۶۷ء

سود اور بٹائی، کرایہ و منافع

بخدمت ایڈیٹر صاحب!

مکرمی! السلام علیکم۔ مسئلہ سود کے بارے میں چند معروضات پیش کرتا ہوں:۔ سود کوئی تصوراتی چیز نہیں بلکہ ٹھوس مادی حقیقت ہے جس کو ہر طرف سے دیکھا جا سکتا ہے مثلاً:۔

۱۔ آپ نے بنک یا ساہوکار سے سودی قرض لیا۔ آپ اس رقم کو گھر میں لے گئے۔ کیا وہاں اس سے سود کی رقم پیدا ہو گی؟ ہرگز نہیں۔ پھر آپ اس رقم سے زمین، مکان، مشین، اوزار اور مال وغیرہ حاصل کریں گے۔ پھر اس پر خود محنت کریں گے یا کسی مزارع و مزدور سے کروائیں گے۔ اس طرح محنت سے جو چیز پیدا ہو گی، آپ اس کو فروخت کر کے روپیہ حاصل کریں گے اور وہ روپیہ آپ بنک یا ساہوکار کو بطور سود ادا کریں گے۔ اگر یہ بات صحیح نہیں تو فرمایئے سود اور کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

۲۔ آپ نے بنک یا ساہوکار سے سودی قرض لیا۔ پھر اس رقم سے زمین، مکان، اوزار اور مال وغیرہ حاصل